فتنہ وفساد اسلامی شریعت اور فطرت صحیحہ کے سراسر خلاف ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍جولائی ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس۔ ایبٹ آباد)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

قرآن عظیم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہر سُو اور ہر طرف بڑا ہی فتنہ اور فساد پھیلا ہوا ہے۔ گھیراؤ اور جلاؤ، توڑو اور پھوڑو، مارو اور پیٹو کا یہ مظاہرہ صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں ہے بلکہ امریکہ میں بھی ہے بہت سے دوسرے ممالک میں بھی ہے۔ بعض ملک ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس رجحان کو سختی کے ساتھ روکا ہے تاہم یہ فساد اس زمانے کا فیشن بن چکا ہے۔

غرض قرآن کریم نے اس زمانے کے متعلق یہی خبر دی تھی اور بتایا تھا کہ اسے اسلامی شریعت اور انسان کی فطرت صحیحہ پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرۃ:۲۰۶) اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے اس نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مفسد یعنی فساد کرنے والے آدمی کو پسند نہیں کرتا۔ اس عالمین میں صفات باری کے جو جلوے انسان کے لئے ظاہر ہو رہے ہیں۔ فساد ان سے متضاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے جلووں اور فساد کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے۔

چنانچہ عربی کی کوئی لغت دیکھیں بعض جگہ علماء صرف اتنا لکھ دیں گے کہ فساد ضد الصلاح

اور صلاح ضد الفساد ہے۔ بہرحال یہ دو متضاد الفاظ ہیں فساد صلاح کے بالکل متضاد چیز ہے اور صلاح فساد سے بالکل متضاد چیز ہے۔ چنانچہ امام راغبؒ نے مفردات میں اصلح کے معنے یہ لکھے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اس کا فاعل ہو اور انسان اس کا مفعول ہو تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ خَلَقَهٗ صَالِحًا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدائش کے وقت قوت اور اہلیت کے لحاظ سے صالح بنایا ہے۔ اسے وہ تمام استعدادیں دی گئی ہیں جو ایک صالح آدمی میں ہونی چاہئیں۔ پھر ''صالح'' کے معنے یہ لکھے ہیں کہ جو شخص حقوق کی ادائیگی کی اہلیت رکھتا ہو اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے اپنے حقوق اور واجبات کو عملاً ادا بھی کر رہا ہو۔ پس ایسے شخص کو عربی میں ''صالح'' کہتے ہیں اور یہ معنے ''فساد'' کے الٹ ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ تمام قوتیں اور استعدادیں دے کر پیدا کیا ہے اور اس میں یہ اہلیت پیدا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ حقوق کو وہ ادا کر سکے۔ پھر حقوق کو ادا کرنے کے طریقے بھی بتائے گئے یعنی نہ صرف اہلیت پیدا کی گئی بلکہ اس کو یہ ہدایت بھی دی گئی کہ تم نے اس اس طرح اپنے حقوق کو ادا کرنا ہے۔ چنانچہ اسلامی شریعت نے حقوق کی ادائیگی کے متعلق مفصل احکام بیان کئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حقوق کی ادائیگی کے راستہ میں جو روکیں پیدا ہو سکتی تھیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے بھی احکام نازل کئے گئے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے انسان کو صالح پیدا کیا ہے اور میں نے اسے وہ تمام طاقتیں، قوتیں، استعدادیں اور صلاحیتیں دے دی ہیں۔ جن کی اسے ان حقوق کی ادائیگی کے لئے ضرورت تھی۔ جن کو میں نے اس کے اوپر عائد کیا ہے اور جن کی ادائیگی واجب قرار دی ہے مثلاً انسان کے اپنے نفس کے حقوق کے علاوہ اس پر دوسروں کے حقوق بھی واجب ہیں۔ ان سب حقوق کی ادائیگی کے لئے جس جس چیز کی انسان کو ضرورت ہے وہ اسے دے دی گئی ہے۔ غرض فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۱) کی رو سے ہماری سب صلاحیتیں اصولی طور پر اس حکم کی بجا آوری کے لئے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بنیں۔ یہ ایک بڑا لمبا مضمون ہے آپ اس کے مختلف حصّوں کے متعلق اکثر سنتے رہتے ہیں۔

غرض نوعِ انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے۔ اگر

نوعِ انسان کا کوئی فرد اسکے الٹ چلے تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ اس سے پیار نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مفسد سے پیار نہیں کرتا۔ اس واسطے کہ انسانی پیدائش کی جو غرض و غایت ہے مفسد اس کے الٹ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر اسے صالح بنایا تھا۔ مگر بڑے ہو کر اس نے اس سے متضاد صفات اپنے اندر پیدا کیں یعنی ایسی راہوں کو اختیار کیا جن سے انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں ادا نہیں ہوتے۔ اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی اس عظیم شریعت سے منہ پھیر لیا جس نے انسان کے ہر قسم کے حقوق قائم کئے اور پھر یہ بھی بتایا کہ ان حقوق کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر پوری صلاحیتیں پیدا کی ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمایا ہے کہ جو آدمی مفسد ہے۔ اس کے اعمال، اس کی کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ صحیح معنی میں کامیابی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ فساد برپا کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایک مفسد کے اعمال کو ان کے نتیجہ کے لحاظ سے صالح قرار نہیں دیتا جو صالح اعمال کا نتیجہ نکلتا ہے وہ مفسد کے اعمال کا نتیجہ نہیں نکلتا۔ جو آدمی خدا تعالیٰ اور اس کی صفات سے دور بھاگتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں کرتا یعنی جو کام کرنا چاہئے تھا وہ اس نے نہیں کیا اور جو نہیں کرنا چاہئے تھا وہ اس نے کیا تو گو ظاہری اور وقتی طور پر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں مگر حقیقتاً اس کے اعمال کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً ایک چور ہے۔ وہ چوری کر کے آتا ہے اگر وہ صبح پکڑا جائے تو رات کی روٹی تو اس نے اپنے مطلب کے مطابق خوب عیش سے کھائی۔ مگر کیا یہ بھی کوئی کامیابی ہے کہ ایک وقت کی روٹی کھا لی اور اگلے روز ہتھکڑیاں لگ گئیں اور جیل بھیج دیئے گئے یا کہیں ڈاکہ مارا اور ڈکیتی کے دوران قتل ہو گئے یا اس نے اس ناپائیدار اور بے وفا دنیا میں دنیوی طور پر حظ اور مسرت حاصل کر لی لیکن اُخروی زندگی میں لمبے عرصے کی جہنم سہیڑ لی۔ یہ تو کوئی کامیابی نہیں کم از کم ایک سچے احمدی مسلمان کے لئے تو کوئی کامیابی نہیں ہے۔ ایک عقلمند کے لئے بھی یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی عقلمند آدمی اگر ہم اسے اُخروی زندگی کا قائل کر سکیں تو وہ بھی یہ نہیں کہے گا کہ ایک ایسا فعل جس کے نتیجہ میں چند روزہ تکلیفیں اٹھانے کے بعد ابدی لذتوں اور سرور کا سامان پیدا ہو، وہ اس فعل سے برا ہے جس کے نتیجہ میں چند دن اس کو لذت اور سرور کے ملیں اور پھر ابدی مصیبت، دکھ درد اور

بے چینی میں اس کی زندگی گذرے یعنی اگر اُخروی زندگی ہے اور ہمارے نزدیک تو یقیناً ہے تو پھر ہر عقلمند انسان یہی کہے گا کہ پہلی چیز بہرحال اچھی ہے۔ ابدی مسرتوں کے حصول کے لئے چند روزہ تکالیف کا برداشت کر لینا بہرصورت اچھا ہے۔ بجائے اس کے انسان اس دنیا کی چند روزہ زندگی سے فائدہ اٹھالے اور پھر ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے غضب کا مورد بن کر جہنم کی آگ میں جلتا رہے اس سے بہتر ہے کہ انسان اس دنیا کے مصائب برداشت کر لے اور فتنہ و فساد سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جائے۔

پس مذہباً بھی انسانی فطرت کے لحاظ سے بھی اور عقلاً بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آدمی صالح بنا رہے تو اچھا ہے کیونکہ جہاں تک ہماری عقل کا تعلق ہے یہ تو متعلقات کے مطابق نتیجہ نکالتی ہے مثلاً اگر یہ ہے اور یہ ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ دو اور دو جمع کئے جائیں تو نتیجہ چار نکلتا ہے۔ اس کا آٹھ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پس عقلاً بھی یہی درست ہے کہ انسان کی صالحیت ہی نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ اگر کوئی مفسد بن جائے اور عارضی اور وقتی طور پر اسے بظاہر کچھ فائدہ بھی پہنچ جائے تو یہ دراصل اس کی کامیابی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مفسدوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ صالح اعمال سمجھ کر یا بنا کر ویسا نتیجہ نہیں نکالا کرتا جیسا صالح اعمال کا نتیجہ نکالتا ہے۔ پس مفسد لوگ حقیقی طور پر کامیاب نہیں ہوتے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فساد کرنے سے منع فرمایا کیونکہ فساد صلاح کے متضاد ہے۔ صلاح کے معنے ہوتے ہیں حقوق کی ادائیگی کی اہلیت کا ہونا، جیسا کہ فساد مسخ شدہ فطرت کو مستلزم ہے اور ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا اور نہ اس کے اعمال کے کامیاب نتائج نکالتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے اور خدا تعالیٰ کی اس نصیحت پر کہ فساد نہیں کرنا اس وقت عمل پیرا ہو کر ترقی کر گئے مگر جو لوگ خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں وہ اس کی نصیحت کو بھلا بیٹھے ہیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مجھے کچھ چکر آتے ہیں اس لئے میں اس مضمون کی مختصراً تمہید ہی آج بیان کر سکوں گا میں نے فساد کے معنے بتا دیئے ہیں۔ میں نے صلاح کے معنے بتا دیئے ہیں۔ جب ہم بہت

ساری چیزیں اکٹھی سامنے رکھتے ہیں تو حقیقتاً اور انجام کار آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ فساد صلاح کی ضد ہے۔ صلاح کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی اہلیت رکھنا اور فساد کے معنے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے سے نفرت کرنا۔ اس کے لئے کوشش بھی نہ کرنا بلکہ اس کے الٹ کوشش کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ یہ ہیں میری صفات تم ان کے مظہر بنو مثلاً صفت خالقیت ہے تم مختلف چیزیں ایجاد کرو تو اس کے مظہر بن جاؤ گے۔ سائنسدان جو کسی نہ کسی چیز کے موجد ہیں وہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر ''خالق'' کی صفت کے مظہر بن رہے ہیں۔ مگر انسان حقیقی طور پر اس معنی میں تو خالق نہیں بن سکتا جس معنی میں اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کا کوئی بھی مثل نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ انسانی عقل بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا حقیقی تصور نہیں کر سکتی۔

بہرحال انسان اپنے دائرہ کے اندر خالق بھی بن سکتا ہے۔ رازق بھی بن سکتا ہے۔ وہ اپنے دائرہ کے اندر مالک بھی بن سکتا ہے رب بھی بن سکتا ہے وہ اپنے دائرہ استعداد کے مطابق رحمان بھی بن سکتا ہے اور رحیم بھی بن سکتا ہے انسان جب باپ بن جاتا ہے تو وہ ایک لحاظ سے رحمان بھی بن جاتا ہے۔ اس کا دو مہینے کا بچہ چھوٹا بچہ ہوتا ہے۔ جب رات کو اٹھ اٹھ کر اس کے آرام اور دودھ کا انتظام کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ بچے کے کس عمل کی جزا دے رہا ہوتا ہے جس وقت وہ بچہ جوان ہوتا ہے اور عمل کرنا شروع کرتا ہے تو پھر وہ اس کے لئے رحیم بن جاتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے انسانی فطرت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ خدا کے نیک بندے اپنی اس فطرت کے مطالبے کو روحانی مطالبہ بنا کر اس پر عمل کر رہے ہوتے ہیں یعنی جو کام کرتے ہیں صفات باری کی پوری معرفت اور عرفان کے بعد کرتے ہیں ورنہ تو ایک دہریہ بھی اس فطرت سے مجبور ہو کر کبھی رحمانیت کے جلوے بھی دکھاتا ہے اور کبھی رحیمیت کے جلوے بھی دکھاتا ہے لیکن ایک کامل مومن اور ایک دہریہ کے ان صفات کے جلووں میں جو فطرت کے نتیجہ میں اس کے اور عرفان کے نتیجہ میں اس کے ظاہر ہو رہے ہیں بڑا فرق ہے۔

بہرحال فساد سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور یہ اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس طرح

ایک تو انسان اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے خدا تعالیٰ اس سے پیار نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی فلاح اور بہبود کے لئے جو اچھے اور نیک نتائج نکالنا چاہتا ہے وہ بھی نہیں نکلتے مثلاً اگر مزدور کسی کارخانے کا گھیراؤ کر لیتا ہے اور اس کو توڑ پھوڑ دیتا ہے تو جو اسکا مطلب اور مقصود تھا کہ اس کا معیار زندگی بڑھ جائے اس کا یہ فعل (یعنی توڑنے پھوڑنے) اس کی اس خواہش کی تکمیل میں ممد و معاون نہیں بن سکتا بلکہ نتیجہ اس کے اپنے ہی خلاف نکلتا ہے۔ کیونکہ اس طرح جب کارخانے بند ہو جائیں گے اور پیداوار نہیں ہوگی تو مزدور کا معیار زندگی کیسے بڑھ جائے گا؟ پس توڑ پھوڑ کے نتیجہ میں یہ سمجھنا کہ معیار زندگی بڑھ جائے گا ایک سراسر نامعقول اور خلاف عقل بات ہے۔

یہ تو میرے مضمون کی تمہید ہے میں آئندہ انشاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گا کہ قرآن کریم نے اس مسئلے پر بڑا زور دیا ہے اور فساد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ فسادی اور مفسد اپنے مفسدانہ اعمال کے نتیجہ میں محنت اور کام کو بھی اور ذرائع پیداوار کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خود اصولی طور پر ذرائع پیداوار بھی بتائے ہیں قرآن کریم کی یہی تو عظمت ہے کہ وہ ایسے اصول بتا دیتا ہے جس سے انسانی عقل آگے خود نتائج اخذ کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ ایک یا دو خطبات میں یہ مضمون ختم ہو جائے لوگ اسے پڑھیں تو شاید ان کی اصلاح ہو جائے اور قرآن کریم کی طرف ان کی توجہ پھر جائے تو وہ فساد سے بچنے اور اصلاح کی طرف لوٹنے کی کوشش کرنے لگ جائیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۳؍اگست ۱۹۷۲ء صفحہ ۳ تا ۴)

❁❁❁